روزنامہ سیاست حیدرآباد
ہفتہ یکم ستمبر 2012ء

ادبی و ثقافتی ایڈیشن

ڈاکٹر تقی عابدی اور فیض فہمی

تقی عابدی کا مضمون ''فیض اور ایرانی انقلاب'' اس سلسلے میں بطور خاص قابل ذکر ہے۔ اس مضمون میں مصنف نے یہ بتایا ہے کہ فیض نے اپنے محفوظ پیرایہ اظہار اور استعارے کی ہمہ گیر جامعیت و اثر آفرینی سے کام لے کر سیاسی حالات کی طرف بلیغ اشارے کئے ہیں۔ فیض کی بہت سی تصویریں بھی جمع کر دی گئی ہیں۔ یہ تصویریں ان کی خانگی زندگی کے مختلف رخوں کی آئینہ دار ہیں۔ فیض فہمی میں فیض کے بعض اہم خطوط بھی شامل ہیں جن سے ان کی شخصیت اور طرز فکر کے مختلف گوشوں پر روشنی پڑتی ہے۔ تقی عابدی کا اسلوب بیان نہایت شستہ، متاثر کن، واضح اور دلآویز ہے۔ ان کی تحریروں میں فارسی الفاظ و لغات اکثر جگہ صرف ہوئے ہیں اور ان سے نثر کی معنویت اور اثر آفرینی میں اضافہ ہوتا ہے۔

پروفیسر سیدہ جعفر

فیض کا نام اردو شاعری کے لیجنڈ کی حیثیت سے ہمیشہ یاد رکھا جائے گا

صدیوں دلوں کے اندر ہم بولتے رہیں گے

فیض کی استعارہ سازی، عصری حسیت اور ادبیت کے متوازن امتزاج، لب و لہجے کی نرمی، دل آسائی، ہیومنزم کی تابنا کی اور انسانی زندگی کے تجربات کی کسک نے ان کی شاعری کو ایک ہمہ گیر اثر آفرینی عطا کی ہے۔ فیض کے کلام کی دلنشین رومانیت، اپنے عہد کی مزاج شناسی، لفظوں کے علامتی استعمال اور اظہار کی دردمندی نے انہیں انفرادیت عطا کی ہے۔

ڈاکٹر تقی عابدی نے فیض کے فن پر مختلف ادیبوں کے مضامین یکجا کر کے ایک ضخیم کتاب مرتب کی ہے۔ حیدر آباد میں ڈاکٹر تقی عابدی کی اس وقیع تصنیف کی رسم اجراء کے موقع پر اس ناچیز نے اپنی تقریر میں عرض کیا تھا کہ اس تصنیف کا نام ''فیض انسائیکلو پیڈیا'' ہونا چاہئے تھا لیکن مرتب نے انکساری سے کام لے کر اسے ''فیض فہمی'' سے موسوم کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ فیض کی زندگی کی تمام تفصیلات ان کے سوانحی حالات اور واقعات زندگی کا مطالعہ کرنا ہو تو اردو ادب کے سرمایے میں اس سے بہتر کتاب نہیں ملے گی۔ فیض کی شاعری کے مختلف گوشوں پر اردو کے صاحب نظر نقادوں نے اظہار خیال کر کے ان کے فن کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لیا ہے اور ان کی ادبی قدر و قیمت کا اس احتساب سے اچھا تجزیہ کیا جاسکتا ہے۔ فیض بنیادی طور پر ہیومنزم کے شاعر تھے۔ وہ رنگ و نسل، قوم و ملت اور جغرافیائی سرحدوں سے انسان کو ماوراء سمجھتے تھے۔ ذہنی تحفظات اور طبقاتی تعصّبات کو ان کے نظام فکر میں جگہ نہیں مل سکی۔ اسی وسعت قلب و نظر کو ملحوظ رکھتے ہوئے تقی عابدی نے یہ گرانقدر تصنیف پروفیسر گوپی چند نارنگ اور افتخار عارف کے نام معنون کی ہے اور یہ دونوں برصغیر کے دو ملکوں ہندوستان اور پاکستان کی نمائندگی کرتے ہیں۔ ''فیض فہمی'' میں اردو کے اہم نقادوں کی تحریریں جمع کردی گئی ہیں اور فیض کے فن پر ان کے تاثرات کی نشاندہی کی گئی ہے۔ مسعود حسین خان، گوپی چند نارنگ، احتشام حسین، آل احمد سرور، کلیم الدین احمد، تقی عابدی، قمر رئیس اور افتخار عارف وغیرہ کے مضامین نے اس تصنیف کی ادبی اہمیت میں مزید اضافہ کردیا ہے۔ میں نے تو صرف چند نام لکھے ہیں۔ حقیقت یہ ہے اس فہرست میں اضافہ کیا جاسکتا ہے تا کہ اس کتاب کی حقیقی ادبی قدر و قیمت کا اندازہ کیا جاسکے۔

ڈاکٹر تقی عابدی نے بڑی جستجو اور کاوش کے بعد فیض کی تصویر اور ان کے متعلقین کی تصاویر جمع کی ہیں۔ 1402 صفحات پر مشتمل اس ضخیم کتاب میں فیض کے سوانحی حالات اور ان کے کلام کے تمام نقوش محفوظ ہوگئے ہیں۔ فیض ایک شاعر اور نثر نگار ہی نہیں صحافی بھی تھے جس کی طرف اردو والوں نے کم توجہ کی ہے اس سلسلہ میں ڈاکٹر احمد علی خان کا مضمون ہمیں فیض کی ادبی شخصیت کی ایک نئی جہت سے متعارف کرواتا ہے۔ شعیب ہاشمی اور A Song for this day میں انگریزی میں فیض کی شاعری اور ان سے اپنے روابط پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کتاب میں خود مرتب یعنی ڈاکٹر تقی عابدی کی 41 سے زیادہ تحریریں شامل ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے فیض کی شاعری کا کتنا گہرا مطالعہ کیا ہے۔ فیض کی شاعری کے مزاج اور ان کے طرز ترسیل کا بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ تجزیہ کیا ہے۔ انہوں نے بڑی دیدہ وری اور ادبی بصیرت کے ساتھ فیض کی شاعری کی مختلف خصوصیات کا جائزہ لیا اور نتیجہ خیز تجزیہ کیا ہے۔ پیشے کے اعتبار سے تقی عابدی ڈاکٹر ہیں۔ تعجب ہوتا ہے کہ وہ اتنے ادبی کارنامے کیسے انجام دے سکے اور اس کیلئے انہیں کیسے وقت ملا۔ ڈاکٹر تقی عابدی کی متعدد تصانیف منظر عام پر آکر اہل نظر سے داد و تحسین وصول کرچکی ہیں۔

شہید، جوش مودت، گلشن رویا، اقبال کے عرفانی زاویے، انشاء اللہ خان انشا، رموز شاعری، اظہار حق، مجتہد نظم مرزا دبیر طالع مہر، سلک سلام دبیر تجزیہ یادگار انیس ابواب المصائب، ذکر دربا راں، عروس سخن، مصحف فارسی دبیر، مثنویات دبیر، کائنات نجم، ادب کنور کماری، دربار رسال، فکر مطمقتہ، خونشہ انجم، ہوا نجم، تعشق لکھنوی، ادبی معجزہ غالب، نجمی مایا، روش انقلاب، مصحف تغزل، ہوا نجم، تعشق لکھنوی، ادبی معجزہ غالب دیوان نعت و منقبت چوں مرگ آید، رباعیات دبیر، سبد سخن، کلیات غالب فارسی (دو جلد) کلیات غالب (ایران ایڈیشن)، تجزیہ، شکوہ جواب شکوہ، فانی لا فانی، تجزیہ، فراق گورکھپوری، رباعیات، دو شاہکار نظمیں اور اقبال کے چار مصرع، تقی عابدی کی گرانقدر ادبی کاوشیں ہیں۔ ''فیض فہمی'' ان کی ادبی ژرف نگاہی اور تنقیدی بصیرت کی ترجمان ہے۔

یہ 37 تصانیف ڈاکٹر تقی عابدی کی تحقیقی بصیرت اور تنقیدی صلاحیتوں کی آئینہ دار ہیں۔ انہوں نے شاعر یا ادیب کے فن کا سرسری طور پر جائزہ نہیں کیا ہے اور تاثراتی انداز اختیار کر کے اپنی سہل انکاری کا ثبوت نہیں دیا ہے بلکہ وہ فنکار کی تخلیق کا تجزیہ کر کے سائنٹفک انداز میں نتائج اخذ کرتے ہیں۔

ڈاکٹر تقی عابدی نے اردو کے مرکزوں سے دور رہ کر بھی ادب کی گرانقدر خدمت انجام دی ہیں۔ تقی عابدی کی کوشش یہ رہی ہے کہ کینیڈا اور امریکہ کے مختلف شہروں میں اردو کو مقبول بنائیں، وہ ہندوستان میں شاعروں اور ادیبوں کی حوصلہ افزائی کرتے رہتے ہیں۔ حیدر آباد میں مختلف انجمنوں اور اداروں کی تقاریب میں شرکت کیلئے دور دراز کا سفر طئے کر کے جنوبی ہندوستان پہنچنا آسان نہیں۔ ڈاکٹر تقی عابدی ایک اچھے مقرر ہیں۔ بے تکان تقریر کرنے اور سامعین کو مسحور کردینے کا فن کوئی ان سے سیکھے۔ سامعین ڈاکٹر تقی عابدی کی تقریر سننے کے منتظر رہتے ہیں۔ ان کی تقریر کے دوران سامعین کو وقت کے گزرنے کا احساس نہیں ہوتا۔ انہیں متعدد شعر ازبر ہیں اور اپنی تقریر کے دوران برجستہ طور پر ان کا استعمال کر کے اپنی شگفتہ بیانی میں اضافہ کرتے رہتے ہیں۔

''فیض فہمی'' میں مرتب نے فیض کی زندگی اور ان کی سرگرمیوں کا کوئی گوشہ نظر انداز نہیں کیا ہے۔ فیض نے مختلف ملکوں کا سفر کیا تھا اور وہاں کی عوامی زندگی کو سیاسی تناظر میں دیکھنے اور سمجھنے کی کوشش کی تھی۔ ان کا خیال ہے کہ تمام دنیا میں عوام اور محنت کشوں کے مسائل حل طلب ہیں، کہیں کم اور کہیں زیادہ۔ سحر انصاری نے ''فیض اور فلسطین'' کے عنوان سے جو مضمون سپرد قلم کیا ہے اس میں مصنف نے لکھا ہے کہ فیض کی شاعری اپنے عہد کے انسانی مسائل کی ''بھرپور نمائندگی کرتی ہے۔ فیض کے سانحہ ارتحال پر یاسر عرفات کے تاثرات ''فیض میرے دوست اور جنگ بیروت کے رفیق تھے'' میں بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ پیش کئے گئے ہیں۔ یاسر عرفات لکھتے ہیں۔ ''فیض احمد فیض میرے دوست تھے اور جنگ بیروت میں میرے رفیق تھے اس دہکتے جہنم میں بھی ان کے چہرے کی لازوال مسکراہٹ ماند نہیں پڑی اور ان کی آنکھیں ناقابل شکست عزم و یقین سے دمکتی رہیں۔ تقی عابدی کا مضمون ''فیض اور ایرانی انقلاب'' اس سلسلے میں بطور خاص قابل ذکر ہے۔ اس مضمون میں مصنف نے یہ بتایا ہے کہ فیض نے اپنے محفوظ پیرایہ اظہار اور استعارے کی ہمہ گیر جامعیت و اثر آفرینی سے کام لے کر سیاسی حالات کی طرف بلیغ اشارے کئے ہیں۔ فیض کی بہت سی تصویریں بھی جمع کردی گئی ہیں۔ یہ تصویریں ان کی خانگی زندگی کے مختلف رخوں کی آئینہ دار ہیں۔ فیض فہمی میں فیض کے بعض اہم خطوط بھی شامل ہیں جن سے ان کی شخصیت اور طرز فکر کے مختلف گوشوں پر روشنی پڑتی ہے۔ تقی عابدی کا اسلوب بیان نہایت شستہ، متاثر کن، واضح اور دلآویز ہے۔ ان کی تحریروں میں فارسی الفاظ و لغات اکثر جگہ صرف ہوئے ہیں اور ان سے نثر کی معنویت اور اثر آفرینی میں اضافہ ہوتا ہے۔

مختصر یہ کہ ''فیض فہمی'' اردو ادب کے سرمایے میں ایک گرانقدر اضافہ ہے اور فیض کی شخصیت اور ان کے فن پر ایک جامع دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس تصنیف میں فیض کے فن کے تمام خد و خال اپنی پوری معنویت کے ساتھ اجاگر ہوئے ہیں۔